"کیا ہماری ذات کے دو پہلو ہیں یا پھر تین پہلو ہیں؟ کیا ہم بدن، جان اور رُوح ہیں یا پھر بدن اور جان / رُوح ہیں"؟

جواب: پیدایش 1 باب 26-27 آیات اِس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ خدا نے انسان کو دوسرے جانداروں سے مختلف بنایا تھا۔ کلامِ مقدس واضح طور پر سکھاتا ہے کہ انسان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خدا کے ساتھ گہری رفاقت کا تجربہ حاصل کرے اور یہی وجہ ہے کہ خدا نے ہمیں مادی (جسمانی) اور غیر مادی (روحانی) دونوں عناصر کے ایک مرکب کے طور پر تخلیق کیا ہے (واعظ 12 باب 7 آیت؛ متی 10 باب 28 آیت؛ 1 کرنتھیوں 5 باب 5 آیت؛ 2 کرنتھیوں 4 باب 16 آیت؛ 7 باب 1 آیت؛ یعقوب 2 باب 26 آیت)۔ انسانوں کا مادی حصہ یعنی جسمانی بدن ٹھوس اور عارضی ہے لیکن یہ پہلو پوری طرح واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر غیر مادی پہلو غیر ٹھوس ہیں جیسا کہ جان، رُوح، عقل، خواہش، ضمیر، ذہن، جذبات وغیرہ۔ یہ پہلو جسمانی بدن کے عرصہ حیات یعنی جسمانی زندگی سے آگے تک مستقل طور پر موجود رہتے ہیں۔

سب انسانوں کی ذات اِن مادی (جسمانی) اور غیر مادی (رُوحانی) دونوں پہلوؤں کی مالک ہے۔ ہر شخص کا ایک جسمانی بدن ہے۔ تاہم انسان کی غیر ٹھوس اور غیر جسمانی خوبیاں اکثر قابلِ بحث رہتی ہیں۔ کلامِ مقدس اِن دونوں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پیدایش 2 باب 7 آیت بتاتی ہے کہ انسان کو "جیتی جان" کے طور پر تخلیق کیا گیا تھا۔ گنتی 16 باب 22 آیت خدا کو "سب بشر کی رُوحوں کے خدا" کے طور پر بیان کرتی ہے۔ امثال 4 باب 23 آیت اِس بات ظاہر کرتے ہوئے کہ "اپنے دل کی خوب حفاظت کر کیونکہ زندگی کا سرچشمہ وہی ہے" ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی خواہش اور جذبات کا مرکز اُس کا دل ہے (یہاں پر گوشتین دل کی بات نہیں کی جا رہی ہے)۔ اعمال 23 باب 1 آیت میں پولس ضمیر کا عقل کے اُس حصے کے طور پر حوالہ دیتا ہے جو ہمیں درست اور غلط کے درمیان فرق کرنے کے قابل بناتا ہے۔ رومیوں 12 باب 2 آیت عقل کے نئے ہونے کے بارے میں بات کرتی ہے۔ ان جیسی دیگر اور کئی آیات انسان کے رُوحانی حصوں کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ہم مادی اور غیر مادی دونوں خصوصیات کا ایک مربوط مجموعہ ہیں۔

جان، رُوح، جذبات ضمیر، خواہش اور عقل کسی حد تک آپس میں منسلک اور باہمی طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ شاید جان–رُوح دوسرے تمام غیر مادی انسانی پہلوؤں کے مجموعے پر مشتمل ہیں۔ ان سب باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے کیا انسانی ذات کے دو پہلو ہیں یا پھر تین پہلو ہیں۔ دو پہلوؤں کو بیان کرنے کے لیے انگریزی اصطلاح Dichotomous استعمال کی جاتی ہے جبکہ تین پہلوؤں کو بیان کرنے کے لیے انگریزی اصطلاح Trichotomous استعمال کی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جائے تو کیا ہماری ذات کے دو حصے (بدن اور جان / رُوح) ہیں یا پھر تین حصے (بدن، جان اور رُوح) ہیں؟ بہر حال یہ بات ایک اصول کے طور پر نہیں اپنائی جا سکتی۔ عالمِ دین صدیوں سے اِس معاملے پر اختلافِ رائے اختیار کئے ہوئے ہیں اور راسخ العقیدہ کلیسیاؤں کی طرف سے کبھی بھی کوئی فیصلہ کُن اعلان نہیں کیا گیا کہ اِس میں سے کون سی بات سچ ہے۔

وہ لوگوں جو ایمان رکھتے ہیں کہ کلامِ مقدس سکھاتا ہے کہ انسان دونوعیتی (دو حصوں پر مشتمل) ہے وہ انسانی ذات کے دو پہلوؤں کو دیکھتے ہیں۔ انسان کے اس دونوعیت کے حامل ہونے کے بارے میں دو تصورات ہیں۔ پہلا تصور یہ ہے کہ انسان بدن اور رُوح کا مرکب ہے، بدن اور رُوح کے باہمی ملاپ سے ایک انسان جیتی جان بنتا ہے۔ انسانی جان یعنی رُوح اور انسانی بدن متحد ہو کر ایک انسانی ذات بناتے ہیں۔ اس تصور کو پیدایش 2 باب 7 آیت؛ گنتی 9 باب 13 آیت؛ 16 زبور 10 آیت؛ 97 زبور 10 آیت اور یوناہ 4 باب 8 آیت کی حمایت حاصل ہے۔ یہ تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ ان آیات میں عبرانی لفظ نفیش (بمعنی نفس) ایک مربوط (متحد) جان، جیتی جان، زندگی یا نفس کی نشاندہی کرتا ہے - دوسرے الفاظ میں ایک متحد شخصیت (جان) ہے جو ایک بدن اور رُوح پر مشتمل ہے۔ اِس بات پر بھی غور کیا جانا چاہیے کہ بائبل کہتی ہے کہ جب رُوح (عبرانی میں ruach روآخ بمعنی سانس، دم، ہوا یا رُوح") بدن سے جُدا کی جاتی ہے تو وہ شخصیت منتشر ہو جاتی ہے یعنی (ٹوٹ جاتی) – مر جاتی ہے (دیکھیں واعظ 12 باب 7 آیت؛ 104 زبور 29 آیت؛ 146 زبور 4 آیت)۔

انسان کے دونوعیتی ہونے (یعنی انسانی ذات کے دو پہلو ہونے) کے بارے میں دوسرے تصور کے مطابق رُوح اور بدن دونوں ایک ہی چیز ہیں بس اِس کے دو مختلف نام ہیں۔ یہ تصور اِس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ رُوح اور بدن اکثر متبادل طور پر استعمال کئے جاتے ہیں (لوقا 1 باب 46-47 آیات؛ یسعیاہ 26 باب 9 آیت؛ متی 6 باب 25 آیت؛ 10 باب 28 آیت؛ 1 کرنتھیوں 5 باب 3 اور 5 آیات) اور ان کو ایسے مترادف الفاظ کے طور پر سمجھنا چاہیے جو ہر شخص کے اندر ایک ہی طرح کی رُوحانی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے دونوعیتی نقطہ نظر اِس بات پر قائم ہے کہ انسانی ذات دو حصوں پر مشتمل ہے۔ انسان یا تو ایک بدن اور رُوح ہے جو ایک جیتی جان کی تشکیل کرتے ہیں یا ایک بدن اور جان ہے جسے رُوح بھی کہا جا سکتا ہے۔

وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں کہ کلامِ مقدس سکھاتا ہے کہ انسان تین نوعیتی ہے (یعنی اُس کی ذات کے تین پہلو ہیں) وہ انسان کو تین مختلف حصوں: بدن، جان، اور رُوح کے مجموعے کے طور دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ 1 تھسلنیکیوں 5 باب 23 آیت اور عبرانیوں 4 باب 12 آیت پر زور دیتے ہیں جو رُوح اور بدن کے درمیان فرق کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے میں دونوعیتی تصور کے حامل کہتے ہیں اگر 1 تھسلنیکیوں 5 باب 23 آیت انسان کے تین نوعیتی ہونے کی تعلیم دیتی ہے تو پھر علمِ تفسیر کے اس انداز میں "کیا مرقس 12 باب 30 آیت انسان کے چار نوعیتی ہونے کی تعلیم دیتی ہے؟"

کیا انسان کے دونوعیتی یا تین نوعیتی ہونے کے مابین حتمی فیصلہ کرنا ضروری ہے؟ شاید نہیں؛ بہر حال اِن اصطلاحات کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے۔ کیونکہ تین نوعیتی تصور انفرادی وجود کے باہمی اتحاد کی اہمیت بہت کم کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگوں نے غلط طور پر یہ تعلیم دی تھی کہ خدا الہامی طور پر ہماری رُوحوں سے ہم کلام ہوتا ہے اور ہماری عقلوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اِس غلط مفروضے کو بنیاد بناتے ہوئے کچھ کلیسیائیں تین نوعیتی نظریے کو اِس امکان کی تعلیم دینے کے لیے استعمال کرتی ہیں کہ مسیحی بھی بدرُوح گرفتہ ہو سکتے ہیں۔ چونکہ وہ مسیحیوں میں جان اور رُوح کو دو علیحدہ

علیحدہ غیر مادی عناصر کے طور پر دیکھتے ہیں اِس لیے یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک تو رُوح القدس کا مسکن ہو سکتا ہے اور دوسرے پر بدارواح قابض ہو سکتیں ہیں۔ یہ تعلیم اِس لحاظ سے مشکل پیدا کرتی ہے کہ اِس بارے میں بائبل کوئی حوالہ پیش نہیں کرتی ہے کہ وہ لوگ جن میں رُوح القدس بسا ہوتا ہے وہ رُوح القدس کی موجودگی میں بدرُوح گرفتگی کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اِس بات سے قطعِ نظر کہ آیا ایک مسیحی کا دونوعیتی یا تین نوعیتی تصور پر ایمان رکھنا کلامِ مقدس کی بہتر سمجھ بخشتا ہے ہم سب زبور نویس کے ساتھ مل کر خدا کی تعریف کر سکتے ہیں "مَیں تیرا شُکر کروں گا کیونکہ میں عجیب و غریب طور سے بنا ہوں تیرے کام حیرت انگیز ہیں۔ میرا دل اسے خوب جانتا ہے۔"(139زبور14)۔۔